ابنِ صفی اور پیش رس

اسماء خان

"مجھ سے اکثر فرمائش کی جاتی ہے کہ پیش رس میں کتابوں کے متعلق لکھنے کی بجائے پڑھنے والوں سے باتیں کیا کروں کیونکہ کتابیں تو بہرحال پڑھی ہی جاتی ہیں اور پڑھنے والا خود ہی کتابوں کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرلیتا ہے۔"

جی ہاں ابن صفی کے پیش رس کے صفحات دراصل ان کی قارئین سے گفتگو کے لئے مخصوص تھے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب بھی کوئی کتاب لکھی جاتی ہے مصنف اپنی کتاب کا خلاصہ یا اپنی رائے پیش رس میں بیان کردیتا ہے اس کے علاوہ بعض مصنف کسی دوسرے معروف ادیب سے اپنی کتاب کا پیش رس لکھوالیتے ہیں۔ اس کے برعکس ابن صفی کے پیش رس قارئین سے ان کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔

ناولوں کی طرح ان کے پیش رس میں بھی اعلیٰ پائے کے مزاح کی جھلک ملتی ہے۔ "علامہ دہشت ناک" کے پیش رس میں لکھتے ہیں۔

"کوئی صاحب میری دیوار پر "طلباء، کسان اور مزدور" کو متحد رہنے کی دعوت دے گئے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہاں تلاش کروں! طلباء تو خیر بس اسٹاپوں پر ڈھیروں مل جاتے ہیں۔ لیکن مزدور اپنے دھندوں سے لگے ہوئے ہیں۔ رہے کسان تو شہر میں ان سے ملاقات نہیں ہوسکتی۔ ایک دن ایک مزدور کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔ بھائی متحد ہوجاؤ۔ بولے متحد کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا میل جول، حیرت سے فرمایا..... بائی اَم نے کس کا گردن کاٹا ہے کہ میل جول کرے۔ طلباء سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑتی کہ تالیاں پیٹ دیں گے۔ بہرحال ایک ایک سے پوچھتا رہا ہوں۔ کہ ان کا اتحاد کس طرح کراؤں۔"

اپنے کرداروں کو اس طرح سے پیش کرنا کہ وہ قاری کے ذہن میں ایک جیتے جاگتے انسان کا تاثر چھوڑے اور پڑھنے والا اسے اپنے درمیان محسوس کرے کسی مصنف کی کامیابی کا

ثبوت ہے۔ ابن صفی کے کردار ایسے ہی ہیں کہ پڑھنے والا انہیں اپنے درمیان محسوس کرتا ہے۔ بڑوں کے علاوہ بچے بھی ان کرداروں کے متعلق ان کے مخصوص حلیئے کے متعلق باتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ "جنگل میں منگل" کے پیش رس میں لکھتے ہیں۔ "میری سنک اس طرح لکھنا ہے کہ کردار جیتے جاگتے محسوس ہوں اور پڑھنے والا ان سے اس درجے قربت محسوس کرے کہ وہ زیادہ تر ان کی گفتگو کا موضوع بنے رہیں۔"

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

"میری کتابیں بعض حضرات کو اس لئے پسند نہیں آتیں کہ اکثر ان میں "دھول دھپا" نہیں ہوتا۔ میں اس کے بجائے دوسرے زاویوں سے کہانی کی دلچسپی برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور بحمداللہ اس پر مطمئن ہوں اگر آپ لوگ میری کسی کتاب پر تالیاں نہیں پیٹ سکے تو اس کو مکمل طور پر "بورنگ" قرار دینا بھی آپ کے بس سے باہر ہے۔ تقریباً ایک سو بائیس کتابیں لکھ چکا ہوں آپ ایسی دو کتابوں کے ہی نام بتادیں جن کے پیش کرنے کے انداز میں آپ کو یکسانیت ملتی ہو۔"

ابن صفی کے اکثر ناولوں کی دوسرے ادیبوں نے نقل کی ہے ان کے کرداروں اور پلاٹوں پر لوگوں نے اپنے نام سے کتابیں لکھیں۔ لیکن بہت کم ان لوگوں پر قانونی چارہ جوئی کی گئی "پاگل کتے" کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ

"غیر قانونی طور پر چھاپنے والوں کے خلاف کارروائی تو یقیناً کرتا ہوں لیکن نیک نیت نقالوں سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کیونکہ جانتا ہوں کہ ان میں سے اکثر آگے چل کر اپنے لئے نئی نئی راہیں نکالیں گے نقالی بری چیز نہیں ہے چراغ سے ہی چراغ جلتے ہیں۔ انکل یا ڈیڈی ہی کی نقل کرتے کرتے ایک دن خود بھی انکل یا ڈیڈی بن جاتے ہیں اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ بیٹا باپ سے بھی اونچا نکلا یہ اسی وقت ممکن ہے جب منے میاں کی نقل انہیں دوسری سمت لے جائیں اگر وہ زندگی بھر کسی نہ کسی کی نقل کرتے رہے تو ان کا اپنا کوئی مقام نہ ہوگا۔ ہر لکھنے والا نقالی کے دور سے گزرتا ہے۔"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قارئین اپنے خطوط پر تبصرے کے شوق میں دلچسپ خط لکھتے جن کے ابن صفی دلچسپ جواب لکھتے ایک ایسے ہی خط کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"ایک صاحب نے "کالی کہکشاں" پڑھ کر مشورہ دیا تھا کہ آموں کی آڑھت کرلوں۔ سوا دو روپے کی کتاب میں تو اتنے نخرے کرتے ہیں بارہ روپے سیر آم کیا خریدیں گے آپ مجھ سے اور اگر کسی آم میں ریشہ نکل گیا تو گھٹلی لے کر دوڑے آئیں گے! ویسے مصنف بن جانا سب سے زیادہ آسان کام ہے اس لئے مجھے آموں اور گھٹلیوں کے چکر میں نہ ڈالیں آم فروشی کے لئے ٹھیلا لگانا پڑتا ہے پھیری لگانی پڑتی ہے کتاب لکھنے میں کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ بس کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ جائیں کاتب نے کتابت کی، مشینوں میں چھاپ دیا۔ دفتری کاغذ میں جلد بندی ہوئی اور وہیں سے کتب فروش اٹھا کر لے گئے بیٹھے بیٹھے تھکا تو لیٹ گیا ایسے نیند آگئی تو دیکھا کہ مغز ناک کے راستے بہا جارہا ہے اور پڑھنے والے کہہ رہے ہیں کہ کیسا گندا ہے کہ ناک بھی صاف نہیں کرتا بہرحال مجھے مصنف ہی رہنے دیں۔ آپ جیسے قدر دانوں نے منہ موڑا تو ردی فروشی کر کے پیٹ پال لوں گا۔ میں کسی ایک عدد "ایم اے ایل ایل بی" کے لئے نہیں لکھتا بلکہ مزدوروں سے لے کر پروفیسروں تک کے دل بہلانے پڑتے ہیں۔"

ابن صفی کے پیش رس میں ہمیں ان کی کتابوں کی طرح مزاح، سادگی، خوبصورتی ملتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے قاری کے سامنے موجود ہوں۔ آج بھی لوگ ان کی کتابوں کے ساتھ ساتھ پیش رس کو پڑھنا نہیں بھولتے کیوں کہ اس کا اپنا ایک الگ انداز ہے۔ جو انہیں دوسرے ادیبوں سے الگ کرتا ہے۔

اسماء خان شعبہ ابلاغ عامہ
کراچی یونیورسٹی